Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
February 28, 2026

Dera Ghazi Khan: A Centuries-Old City in the Mirror of History

"ڈیرہ غازی خان: تاریخ کے آئینے میں ایک صدیوں پرانا شہر"

Horria Riaz
M.Phil. Scholar Urdu, Emerson University, Multan
Email: hradgk02@gmail.com

Dr Ayaz Ahmad Rind
Department Of Saraiki, Ghazi University, Dera Ghazi Khan
Email: ayazahmadayz00@gmail.com

Bibi Javeria
M.Phil. Scholar Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi Khan
Email: Bjaveria721@gmail.com

Abstract

This research paper presents a comprehensive study of the historical, cultural, geographical, and social significance of Dera Ghazi Khan. Located in southern Punjab, the region has remained a center of diverse civilizations, tribes, and political powers for centuries. The study traces its roots from ancient mythological traditions to modern times, highlighting the role of geography—particularly the Indus River and the Suleiman Mountain Range—in shaping its civilization, economy, and settlement patterns. The paper critically examines the impacts of various historical phases, including the invasions of Alexander the Great, the Mongols, Timurids, Mughals, Persian and Afghan rulers, and British colonial administration. Special attention is given to the tribal and Tumandari system, colonial administrative reforms, language policies, and the slow development of education in the region. The destruction of the old city due to the erosion of the Indus River and the planned construction of the new city is identified as a major turning point in the urban history of Dera Ghazi Khan.

Keywords: Dera Ghazi Khan, Saraiki Wasaib, Historical Evolution, Tumandari System, Indus River, Cultural Diversity, British Colonial Period

تمہید

ڈیرہ غازی خان، جنوبی پنجاب کی اس سرزمین کا نام ہے جس پر قدم رکھتے ہی یوں لگتا ہے جیسے چاروں صوبوں کی مٹی ایک ہی لہجے میں سانس لیتی ہو۔ یہاں کی ہوا میں صدیوں کے قصے گھلے ہیں، اور اس دھرتی کے ذرے انسان کی قدیم ترین یادوں کے امین دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں تہذیبوں کے ٹوٹے ہوئے کنگورے، کہیں قربت میں بہتی آگاہی کی خاموش ندیاں——یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وقت نے اپنے سب رنگ یہاں آکر دفن کیے ہوں۔ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو ڈیرہ غازی خان ایک

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

ایسا دریا بن کر سامنے آتا ہے جس میں پانچ سو سے زیادہ قبائل اور ذاتوں کی کہانیاں بہتی ہیں۔ پرانی جنگوں کی دھول، قلعہ جات کی شکستہ اینٹیں، اور حملہ آوروں کی یلغاروں میں گم ہوئے قافلوں کے قدم——سب ایک ہی داستان کے مختلف باب معلوم ہوتے ہیں۔

تہذیبوں کا گہوارہ اور سرائیکی وسیب کا دل

ڈاکٹر احسان احمد چنگوانی اس خطے کو سرائیکی وسیب کا دل قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ :

"اس خطے کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود انسان کی خود اپنی تاریخ، وہ اس علاقے کا قدیم مرکز ملتان کو قرار دیتے ہیں"(1)

سرائیکی زبان کو بھی ایک ایسی آواز سمجھتے ہیں جو انسان کے اولین سفر کے ساتھ جنم لیتی ہے——ایک ایسی زبان جس میں اب تک اُس دور کی بازگشت سنائی دیتی ہے جب لفظوں کے پیچھے احساس سب سے پہلی طاقت تھا۔ ڈیرہ غازی خان کے مغرب میں بلند ہونے والی کوہِ سلیمان کی چوٹیوں پر نگاہ پڑے تو یوں لگتا ہے جیسے پہاڑ وقت کے گرد باندھے ہوئے ہار ہوں۔ روایت ہے کہ ان پہاڑوں کا نام حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت سے منسوب ہے، اور ایک ہزار قبل مسیح کے زمانے میں، جب اس خطے پر دیومالائی عقائد کے سائے تھے، یہی خطہ توحید کی پہلی روشنی سے آشنا ہوا۔

آثارِ قدیمہ کے حوالے سے ڈاکٹر احسان احمد چنگوانی کے مطابق:

"ڈیرہ اسماعیل خان کی سرحد کے قریب تختِ سلیمان کے آثار آج بھی خاموشی سے وقت کے گزرنے کا شمار کرتے ہیں۔"(2)

اس وسیب کا اصل مرکز ہمیشہ ملتان ہی رہا ہے، وہ ملتان جس کی مٹی میں صدیوں کا نور خوابیدہ ہے جس کا قدیمی نام مولتان ہے۔

قدیم حملہ آور اور تباہی کا دور

حملہ آوروں میں سکندر اعظم کا نام مشہور اور نمایاں ہے۔ سکندر اعظم کے حملے کے وقت (326 قبل مسیح میں) ڈیرہ غازی خان کا خطہ نسبتاً خوشحال اور سرسبز تھا۔ تاریخی روایات کے مطابق سکندر اعظم نے شدید حملے کر کے اس خطے کے بہت سے بستیاں تباہ کر دیں۔ مورخین کا اندازہ ہے کہ اس مہم کے دوران خطے میں ہزاروں افراد ہلاک ہوئے۔ اس تباہی کے بعد علاقہ کئی صدیوں تک مکمل طور پر بحال نہ ہو سکا، اور کافی عرصے تک یہاں صرف کھنڈرات ہی نظر آتے رہے۔

متوسط ادوار کے حکمران (1200ء سے 1800ء تک)

تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ علاقہ متعدد سلطنتوں اور حملہ آوروں کے زیر اثر رہا:

1۔ منگول حملے (تیرہویں صدی): چنگیز خان اور اس کے جانشینوں کے حملوں نے خطے کو متاثر کیا۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

2۔ تیموری دور(چودہویں صدی): تیمور لنگ(1398-1399عیسوی)نے اپنے ہندوستان کے حملے کے دوران اس علاقے کو بھی تباہ کیا۔

3۔ مغلیہ سلطنت(1526-1857):سولہویں سے اٹھارہویں صدی تک یہ خطہ مغلیہ سلطنت کا حصہ رہا۔

4۔ایرانی وافغان حملے(اٹھارہویں صدی):

نادر شاہ(17381739)

احمد شاہ ابدالی(1747-1772)

ان تمام ادوار میں یہ علاقہ مختلف صورتوں میں ان حکمرانوں کی جاگیر یا زیر انتظام رہا۔میرانی خاندان عملی طور پر 1774 سے 1480تک حکمران رہا۔تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ خطہ مختلف ناموں سے معروف رہا جن میں "وسطی وادی سندھ"،"وادی سلیمان"،"دمان"اور"پچادھ"خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شہر کی بنیاد اور قبائلی آبادکاری

ڈیرہ غازی خان تہذیبی خدوخال کے پیش لفظ میں جاوید احسن لکھتے ہیں:

"قرونِ وسطیٰ کے اختتام پر(پندرہویں صدی عیسوی میں)بلوچ قبائل نے اس علاقے کو اپنا مستقر بنایا اور ایک مقتدر قبائلی سردار میر حاجی خان میرانی نے اپنے بہادر بیٹے غازی خان کے نام پر1476ءمیں دریائے سندھ کے کنارے ڈیرہ غازی خان شہر کی بنیاد رکھی۔"(3)

جب غازی خان بطور حاکم علاقہ مقرر ہوا تو اس نے سندھ اور بلوچستان سے کافی ساری قوموں کو آباد کرنے کے لیے بلوایا جن میں کھوسہ، بزدار، گورچانی، احمدانی، قیسرانی، دریشک، مزاری وغیرہ تھے، جبکہ نتکانی، مگسی وغیرہ پہلے ہی سے آباد ہو چکے تھے۔یہاں سے تمنداری نظام کا آغاز ہوا۔بعدازاں اس سرزمین پر سیاسی و معاشی نشیب وفراز کے کئی دور گزرے۔

برطانوی دور اور تمنداری نظام میں تبدیلی

سکھوں کے قبضے کے بعد جب انگریزی دور حکومت آیا تو انگریزوں نے تمنداری نظام کو مزید تقویت دی۔انگریزی حکومت نے تمنداری نظام کو کافی مضبوط کیا اور مراعات دیں۔حکومتی ٹیکس میں سے بھی سرداروں کو کچھ نہ کچھ حصہ ملتا تھا۔1857ء کی جنگ آزادی میں بیشتر تمنداروں نے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا۔غلام علی نتکانی صاحب کے مطابق:

"برصغیر پر اپنا قبضہ مکمل کرنے کے بعد انگریزی حکومت نے ملک کے انتظام اور استحکام کی طرف توجہ دی...ہر قبیلے کے سردار کو ان کا تمندار بنایا اور ہر خاندان میں ان کے نمائندے مقرر کیے گئے۔ہر تمندار کو اپنے قبیلے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تاکہ وہ کسی قسم کی بدامنی پھیلا کر امن میں خلل پیدا نہ کر سکیں۔ان کی خدمات کے عوض میں تمنداروں کو کچھ مراعات دی گئیں، جن میں بعض انتظامی امور سے متعلق اختیارات کی صورت میں تھیں اور بعض جاگیرات اور وظائف وخطابات کی شکل میں۔"(4)

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

انگریزی دور میں زمینوں کی مالکیات کا نظام بدلا گیا جبکہ تمنداروں نے سینکڑوں اور ہزاروں مربع اراضی اپنے نام منتقل کرائی۔ انگریزوں نے سیاسی طور پر تمنداروں کو مضبوط کیا جس سے عوام کی حالت روز بروز تباہ ہوتی رہی۔ تمنداروں کو درجہ 30 کے مجسٹریٹ اختیارات دیے گئے، جس کی وجہ سے تمندار بآسانی غریب عوام کا استحصال کرتا رہا۔

دریائے سندھ کی کٹاؤ اور نئے شہر کی تعمیر

1887ء میں میرانی بلوچ کا تعمیر کردہ یہ شہر دریائے سندھ کی کٹاؤ کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس وقت کے انگریز حاکموں نے موجودہ شہر کی بنیاد رکھی اور ایک جدید خوبصورت نقشے کے مطابق تعمیر کیا۔ ڈیرہ غازی خان کے نقشے کے حوالے سے ہاشم شیر خان رقم طراز ہیں:

"موجودہ ڈیرہ غازی خان کی ڈیزائننگ گرڈ آئرن کے اصولوں کے تحت کی گئی ہے۔"(5)

دریائے سندھ نے جب پرانے شہر ڈیرہ غازی خان کی طرف پیش قدمی شروع کی تو حکومت برطانیہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ چند سال بعد دریا سندھ اس شہر کو نیست و نابود کردے گا۔ اسی لیے انہوں نے 1900 میں قدیم شہر کے مغربی جانب 10 میل کے فاصلے پر تاریخی نہر "مانکہ" کے کنارے ایک نیا شہر بسانے کے لیے اقدامات شروع کیے۔ یہ علاقہ غیر آباد، بنجر، ریتیلے اور غیر آبادی کے حالت میں تھا۔ ہاشم شیر خان کے بقول:

"نیا شہر متعدد انگریز ڈپٹی کمشنروں کے عہد میں ڈیزائن ہوتا رہا جن میں ایچ اے کیسن (1905-1906)، ایم ایل وارننگ (1906-1907)، میجر اے جے اوڈین (1907-1910) اور جے وسلن جانسٹن قابل ذکر ہیں۔"(6)

پرانے اور نئے شہر کے درمیان کا فاصلہ 10 میل بنتا ہے۔ نئے شہر منتقلی کا سلسلہ 1908 سے 1910 تک چلتا رہا۔ ہاشم شیر خان ڈیرہ غازی خان میں بلاکس کی ترتیب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

"انگریزی حروف ابجد میں بلاک ایک سے لے کر 50 تک جبکہ رومن حروف میں 'آئی' کو نکال کر بلاک اے سے لے کر بلاک زیڈ تک رکھے گئے۔ شہر کی پلاننگ اگلی ایک صدی تک کے لیے کی گئی تھی، اس کے لیے ابتدا میں آبادی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنے بڑے رقبے پر شہر بنایا گیا تھا۔"(7)

جبکہ موجودہ صورتحال میں بلاکوں کی ترتیب 18 سے لے کر 25 تک پھر 19 سے 24 تک بلاک نہیں ہیں۔ 25 سے لے کر 50 تک پھر ترتیب موجود

انتظامی تبدیلیاں اور زبان کا مسئلہ

1849 میں اسے برطانوی راج کے مطابق ضلع بنایا گیا، جس میں ڈیرہ اسماعیل خان بھی شامل تھا۔ اس حوالے سے غلام علی نکانی صاحب کہتے ہیں:

"قدیم انتظامی ڈھانچے کو تبدیل کر کے اپنے طرز حکومت پر اس کی تشکیل نو کی اور اس نقطہ نگاہ سے اس نے ڈیرہ غازی خان کو ایک ضلع بنایا تھا اور اسے صوبہ پنجاب کے ماتحت کر دیا۔"(8)

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

قیام پاکستان کے بعد ڈیرہ غازی خان کو بھی انتظامی اعتبار سے یکم جولائی 1982ء کو ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، لیہ اور راجن پور پر مشتمل اضلاع کو ڈیرہ غازی خان ڈویژن کا درجہ قرار دیا ہے

برطانوی حکومت نے 26 جون 1851 کو ڈیرہ غازی خان میں فارسی کی جگہ اردو زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دے دیا۔ اس کے باوجود اردو زبان کی ترویج و ترقی میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہو سکا۔ ڈیرہ غازی خان کے لوگوں کی تعلیم کی طرف توجہ کم تھی۔ زیادہ تر جاہل اور ان پڑھ تھے، تعلیم کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ کچھ لوگ عربی فارسی زبان کی مذہبی کتابیں پڑھ لیتے تھے اور ہندو لوگ ملازمت کی خاطر فارسی کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تمندار جو اس ملک میں سردار کہلاتے تھے، وہ بھی زیادہ تر جاہل تھے۔ اس کے علاوہ مختلف اقوام اپنی مادری بولی جیسے سرائیکی، سندھی، بلوچی، پنجابی وغیرہ بولتی تھیں، اس وجہ سے اردو زبان کی نشو نما میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر شکیل پتافی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی آمد کے ساتھ اگرچہ علاقے میں عربی فارسی علوم کی بازگشت سنی جانے لگی اور ان زبانوں نے یہاں کی مقامی بولیوں پر گہرے اثرات بھی مرتب کیے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی آمد سے لے کر کم و بیش ہزار سال بعد تک ڈیرہ غازی خان میں علمی کام کی رفتار نہایت سست رہی۔ اس عرصے میں یہ علاقہ بڑی حد تک بلوچوں اور پٹھانوں کے زیر تسلط رہا، جو طبعاً اور مزاجاً ہر اعتبار سے متعلق العنان حکمرانوں سے زیادہ کچھ نہ تھے۔ میرانیوں کے اقتدار ہو یا گھکڑوں کی حکومت، مخاولیم کی علمداری ہو یا درانیوں کا دور ـــــ ڈیرہ غازی خان میں حکمرانوں کی تمام تر توانیاں حصول اقتدار کے لیے وقف نظر آتی ہیں۔ نہ تو کوئی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ڈیرہ غازی خان کے کسی حکمران نے علماء کو اپنے آنے کی دعوت دی اور نہ ہی یہ تذکرہ کسی حکمران کے ہاتھوں کسی مدرسے کے قیام کا پتہ دیتا ہے۔"(9)

جدید انتظامی ڈھانچے کا قیام

انگریزی حکومت نے لوکل باڈیز کا نظام قائم کیا تھا جس میں ڈسٹرکٹ بورڈ، میونسپل کمیٹی اور ٹاؤن کمیٹیاں شہروں میں اور دیہاتوں میں یونین کونسل ہوتی تھی۔ انگریزوں نے نظام تعلیم پر بھی توجہ دی۔ ابتدا میں سرکاری طور پر 43 اسکول کھولے گئے تھے جن میں فارسی اور اردو پڑھائی جاتی تھی۔ انہوں نے صحت عامہ کے مراکز بھی قائم کیے۔ انگریزی حکومت جب قائم ہوئی تو ضلعی صدر مقام سے تحصیل کی سطح تک دیوانی اور فوجداری عدالتیں قائم کی گئیں اور جیلیں تعمیر ہوئیں۔ 1882ء میں مجموعہ قوانین ہند (Indian Penal Code) پنجاب میں نافذ کیا گیا۔ اسی طرح پولیٹیکل ایریا میں جرگہ نظام رائج ہوا، جس میں بلوچی روایت کو قائم رکھتے ہوئے سردار اور جاگیر دار مقدمات کی سماعت کرتے ہوئے فیصلے کرتے تھے۔ انگریزوں نے بہت سے قدیم نظام کو بدل کر نئے نظام رائج کیے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

جغرافیائی تقسیم

ڈیرہ غازی خان قدیم زمانے میں چار خطوں پر مشتمل تھا: اول پہاڑ، دوسرا دمان کا علاقہ، تیسرا بیٹ ودریا، اور چوتھا تھل کا علاقہ۔ جبکہ ہاشم شیر خان اس کی ترتیب تین خطوں میں کرتے ہیں:

"قدرتی طور پر ڈیرہ غازی خان کو تین خطوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: پہلا دامانی علاقہ، دوسرا میدانی علاقہ، تیسرا پہاڑی علاقہ۔"(10)

دیرہ سے ڈیرہ تک: ایک تہذیبی سفر

لفظ "دیرہ" فارسی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی "مسکن" یا "رہائش گاہ" کے ہیں۔ بلوچ روایات میں دیرہ محض ایک گھر ہی نہیں بلکہ مہمانوں کے لیے مہمان خانے کا کام بھی دیتا ہے۔ جو شخص اپنے مہمانوں کو قیام اور خوراک کی سہولت مہیا کرے، اسے دیرہ دار کہا جاتا ہے، اور اس کی رہائش گاہ کو دیرہ کہتے ہیں۔ ہاشم شیر اپنی تحقیق میں بیان کرتے ہیں کہ:

"چونکہ دیرہ غازی خان کا مطلب رہائش گاہ ہے، انگریزی میں شونکہ "د: کی جگہ "ڈ" ہوتی ہے، اسی لیے دیرہ غازی خان کو ڈیرہ غازی خان کہا جانے لگا جبکہ اس کا اصل لفظ دیرہ غازی خان ہے۔"(11)

ڈیرہ غازی خان کے قدیمی باشندے اسے "ڈیرہ پھولاں دا سرا" کے نام سے پکارتے تھے، اور یہ پہچان آج بھی زندہ ہے۔ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر آباد ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ سرسبز تھا، جہاں طرح طرح کے پھولوں کی بہتات تھی۔ روایت ہے کہ قدیم زمانے میں خواتین ان پھولوں سے ہار بناتی تھیں اور انہیں فروخت کرتی تھیں۔ اسی رنگارنگ پھولوں کی کثرت کی وجہ سے اسے "پُھلاں دا سہرا" بھی کہا جانے لگا۔

جغرافیائی محل وقوع

یہ خطہ جغرافیائی طور پر چاروں صوبوں کے سنگم پر واقع ہے، جو اسے ایک منفرد اہمیت بخشتا ہے۔ مغرب سے بہتا ہوا دریائے سندھ بلوچستان سے اس کا رشتہ جوڑتا ہے۔ جنوب میں سندھ، مشرق میں پنجاب اور شمال میں کوہ سلیمان کا سلسلہ اس کی سرحدیں متعین کرتا ہے، جبکہ یہ پہاڑی سلسلہ خیبر پختونخوا سے بھی اس کا تعلق قائم کرتا ہے۔ معروف محقق مریم فاطمہ بیان کرتی ہیں:

"The land itself is a canvas of geographical diversity. Dera Ghazi Khan is graced by the majestic Indus River, a lifeline for the region, its waters nurturing the surrounding areas and shaping the livelihoods of its inhabitants. The grandeur of the Suleiman Mountain Range to the north adds to its physical appeal, providing a

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: February 28, 2026

natural boundary and sheltering the land from certain directions. This diverse geography encapsulates alluvial plains, arid expanses like the Thal Desert, and the rugged terrains of the Suleiman Range."(12)

معیشت اور تجارت: زرخیز زمین کا سرمایہ

ڈیرہ غازی خان کی معیشت کی بنیاد زراعت ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے یہاں کی زمین نہایت زرخیز ہے، جس پر کھجور، آم، گندم اور کپاس کی وسیع پیداوار ہوتی ہے۔ یہاں کے آم اور کھجور نہ صرف ملک بھر میں مشہور ہیں بلکہ محدود پیمانے پر برآمد بھی کیے جاتے ہیں۔ مقامی دستکاری، جیسے مٹی کے برتن، روایتی کشیدہ کاری اور ہاتھ سے بنے قالین، بھی معاشی سرگرمیوں کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ یہ نہ صرف مقامی ضروریات پوری کرتے ہیں بلکہ شہر کے خوبصورت سوغاتی سامان کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ تجارت کے لحاظ سے شہر کے بازار ہمیشہ رونقوں سے بھرپور رہتے ہیں۔ پتھر بازار تعمیراتی مواد کا مرکز ہے، تو پاکستانی چوک اور کالج چوک پر روزمرہ کی ضروریات کی مصنوعات دستیاب ہیں۔ شہر کا جغرافیائی محل وقوع اسے بلوچستان، سندھ اور جنوبی پنجاب کے لیے ایک قدرتی تجارتی گزرگاہ بنادیتا ہے، جس سے مقامی کاروبار کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اہم تجارتی و تاریخی مقامات

گھنٹہ گھر کے بارے میں مشہور ہے کہ تقسیمِ ہند سے قبل یہاں ایک ہندو تاجر کی گھڑیوں کی دکان تھی، جس میں ایک بہت بڑا گھنٹہ رکھا ہوا تھا۔ پورے شہر میں اس جیسا دوسرا گھنٹہ نہیں تھا، اسی منفردیت کی وجہ سے اس مقام کو گول باغ گھنٹہ گھر کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ اندھے والی پل دراصل ایک چھوٹا سا پل تھا جس کے نیچے بینائی سے محروم اور معذور افراد بھیک مانگنے کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ وقت کے ساتھ یہ جگہ ایک مصروف چوک بن گئی جسے آج کل میلاد چوک یا یارانی بازار کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ شہر کے دیگر اہم تجارتی مراکز میں پاکستانی چوک، پتھر بازار، چوک چوراہٹ، پل ڈاٹ بازار، کالج چوک اور ٹریفک چوک شامل ہیں۔

موجودہ دور کے چیلنجز: راستے کی رکاوٹیں

قدرتی وسائل سے مالامال ہونے کے باوجود، ڈیرہ غازی خان کو ترقی کی راہ میں کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ سب سے نمایاں مسئلہ تاریخی ورثے کے تحفظ کا ہے۔ مقبرہ غازی خان جیسی اہم تاریخی عمارتیں خستہ حالی کا شکار ہیں اور انہیں بچانے کے لیے فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ نقل و حمل کے شعبے میں، شہر سے تقریباً بائیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہوائی اڈہ عرصے سے بند پڑا ہے، جس سے نہ صرف سیاحت متاثر ہوئی ہے بلکہ تجارتی رابطوں میں بھی رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ تعلیمی اور صحت کی بنیادی سہولیات کی کمی، خاص طور پر دیہی علاقوں میں، ایک بڑا سماجی مسئلہ ہے۔ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع محدود ہیں، جس کی وجہ سے ہنر مند نوجوانوں کا

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

دیگر شہروں کی طرف ہجرت کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ان بنیادی مسائل کے حل کے بغیر خطے کی ترقی کا خواب پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔مقبرہ غازی خان، جو پندرہویں صدی کے آغاز میں تعمیر کیا گیا تھا، فن تعمیر اور نقش و نگار کے اعتبار سے ایک شاہکار تھا۔یہ مقبرہ ملتان کے تاریخی مقبرہ شاہ رخ سے مشابہت رکھتا ہے اور مولا قائد شاہ قبرستان میں واقع ہے۔بد قسمتی سے اب یہ تاریخی عمارت زوال پذیر ہے اور اس کے تحفظ کی فوری ضرورت ہے۔

ثقافتی وسماجی تنوع

ڈیرہ غازی خان کی آبادی ثقافتوں اور نسلوں کا ایک حسین مرکب ہے۔بلوچ برادری نے یہاں کی تہذیب اور شناخت پر گہرا اثر ڈالا ہے۔سرائیکی بولنے والی آبادی بھی اس خطے کا ایک اہم حصہ ہے، جو اپنی مخصوص ثقافت کے ساتھ وسیع تر پاکستانی معاشرے میں گھل مل گئی ہے۔پنجابی اور دیگر اقوام کے لوگ بھی اس سماجی بافت میں اپنا رنگ بھرتے ہیں۔یہ علاقہ روایتی دستکاریوں کا گہوارہ ہے، جہاں مٹی کے برتن اور دست بافت قالین مقامی لوگوں کے ہنر اور تخلیقی صلاحیتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔تاریخی قلعہ ہڑند اور سرور سلطان کا مقبرہ یہاں کے ثقافتی و مذہبی ورثے کے زندہ نشان ہیں۔

ادبی اور فکری حوالے

ڈیرہ غازی خان نے کئی نامور ادیب، شاعر اور دانشور پیدا کیے ہیں۔سرائیکی شاعری میں خواجہ غلام فرید، امام بخش، اور خیر شاہ جیسے بزرگوں کا نام سر فہرست ہے۔قیام پاکستان کے بعد اردو ادب کو فروغ ملا تو محسن نقوی، ندیم جعفری، اور شفقت کاظمی جیسے شعرا نے اردو ادب میں اپنا مقام بنایا۔خواتین نے بھی ادب کے میدان میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ڈاکٹر راشدہ قاضی، ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوس، بشری قریشی، ڈاکٹر مہرونہ لغاری اور شیریں لغاری جیسی ادیبات و شاعرات نے یہاں کے ادبی منظر نامے کو نکھارا ہے۔افسانہ نگاری میں محمد افضل نجمی، رفیق خاور جسکانی، اقبال شاہد، سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر محبوب عالم محبوب، اور محمد شاہد خان جیسے نام شامل ہیں، جبکہ خواتین افسانہ نگاروں میں بشری قریشی، ڈاکٹر راشدہ قاضی، فہمیدہ نسرین اور عابدہ بزدار نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے۔

ڈیرہ غازی خان کی کہانی ایک متحرک داستان ہے، جس کی جڑیں اس کے جغرافیائی تنوع اور ثقافتی بافت میں گہری ہیں۔اس کی محل و قوع اہمیت اور تاریخی ورثہ مل کر اسے پاکستان کے تاریخی، جغرافیائی اور تہذیبی بیانیے کا ایک لازمی حصہ بناتے ہیں۔اگر اس کے چیلنجز پر قابو پالیا جائے اور اس کی معاشی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے، تو یہ خطہ نہ صرف ترقی کی نئی مثال قائم کر سکتا ہے بلکہ پورے علاقے کے لیے خوشحالی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (Januray-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
February 28, 2026

حوالہ جات:

1:ڈاکٹراحسان احمد چنگوانی,"تاریخ ڈیرہ غازی خان جلد دوم"(ماہنامہ اوتامیگزین اوتاپرنٹنگ پریس بھٹہ کالونی,ڈیرہ غازی خان)دسمبر2008،ص9
2:ایضاً،ص،10
3:ہاشم شیر،"دیرہ غازی خان کے تہذیبی خدوخال",ڈارسن پیپر کرافٹس پل شوالہ ملتان،جنوری1998،ص:16
4:غلام علی نتکانی،"مرقع ڈیرہ غازی خان جلد دوم"(سنگھڑپریس وہواروڈتونسہ)2007ء،ص:38
5:ہاشم شیر خان،"دیرہ غازی خان کے تہذیبی خدوخال"،ڈارسن پیپر کرافٹس پل شوالہ ملتان،ص:31
6:ایضاً،ص:32
7:ایضاً،ص:33
8:غلام علی نتکانی،"مرقع ڈیرہ غازی خان جلد دوم"،(سنگھڑپریس وہواروڈتونسہ),2007،ص:38
9:ایضاً،ص39
10:ہاشم شیر،"دیرہ غازی خان کی تہذیبی خدوخال",(ڈارسن پیپر کرافٹس پل شوالہ ملتان),جنوری1998,ص،24
11:ایضاً،ص:40
12:مریم فاطمہ،از مقالہ نگار(ٹیلی فونک انٹرویو)،ڈیرہ غازی خان،08فروری2026ء،بوقت 5 بجے شام